41

# خدا پر ایمان اور مخلوق کی گواہی

(فرمودہ ۱۷؍ فروری ۱۹۲۲ء)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا۔

دنیا میں مختلف مذاہب کی اشاعت اور ان کا آپس میں امتیاز دو باتوں پر منحصر ہے۔ ایک اندرونی حالت اور ایک بیرونی حالت۔ اندرونی حالت وہ حالت ہے جو خدا سے ان کا تعلق ہے۔ اور بیرونی حالت وہ ہے جو کوئی قوم یا مذہب والے اخلاق دنیا میں ظاہر کرتے ہیں۔ کس کا خدا سے کیا تعلق ہے اس کو دوسرا نہیں جان سکتا۔ دوسرے انسان جو کسی کی حالت کو دیکھتے ہیں وہ اس کے اخلاق۔ اس کے دوسروں سے سلوک اور معاملہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ بات ان کی عقل سے بالا ہے کہ کسی کا خدا سے کیا تعلق ہے۔ جب تک کہ خدا ہی اپنے تعلق کا اظہار نہ کرے۔ اور خدا کی طرف سے تعلق کا اظہار بہت اعلیٰ درجہ پر ہوتا ہے۔ پس بندے کا جو خدا سے تعلق ہے۔ وہ ظاہر نہیں۔ کیونکہ یہ ایک قلبی حالت ہے۔ ایک شخص جو خدا سے محبت کرتا ہے مگر خاموش ہے۔ اور ایک دوسرا جو رسماً" خدا کی محبت کا اظہار کرتا ہے اور اس کی تعریف کرتا ہے۔ لوگوں کی نظر میں زیادہ مقبول نظر آئے گا۔ اس لئے وہ مقام بہت بلند ہے جب خدا کی محبت جلوہ گر ہوتی ہے اور بتا دیتی ہے کہ خدا اس سے محبت کرتا ہے۔ اس وقت یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ جس کا دوست ہوتا ہے۔ خدا اس کا دوست ہوتا ہے اور جو اس کا دشمن ہوتا ہے۔ خدا اس کا دشمن ہو جاتا ہے اس کے دشمن کو ہلاک اور دوست کو اپنے فضل سے نوازتا ہے۔ اس کی مشکلات کو دور کرتا ہے۔ اور اس کی تائید کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے۔ غرض کئی رنگ میں خدا تعالیٰ اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے۔ مگر جب تک خدا اظہار نہ کرے۔ بندوں کے لئے سمجھنا مشکل ہے زیادہ محبت کرنے والا خاموش ہو تو اس کی خاموشی سے دھوکہ کھا کر کم محبت کرنے والے اور زیادہ بولنے والے مگر محبت سے خالی کو خدا کا محبوب سمجھ لیتے ہیں۔

لیکن جو حالت ظاہر ہوتی ہے۔ وہ مذہب اور اہل مذہب کی اخلاقی حالت ہوتی ہے۔ خدا کی محبت کا ثبوت دیر میں ملتا ہے۔ مگر اخلاق کی تبدیلی کا علم ایک دن میں ہو جاتا ہے۔ وہ ایک دن میں

انسان کو دنیا میں ظاہر کر دیتی ہے۔ اندرونی حالت کے اظہار و شہادت کے لئے لمبا عرصہ اور بڑی مدت درکار ہے۔ ایک عام آدمی مدت تک اپنے عقائد کی نگرانی کرے گا۔ اور الٰہی ارشادات کی تعمیل کرے گا۔ تب اس کا اظہار ہوگا۔ گو ایک اعلیٰ درجہ والا جلد اس شہادت کو حاصل کر سکے گا۔ مگر بہت جلد جو تبدیلی ہوتی ہے۔ وہ اخلاق کی تبدیلی ہے۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ ایک ہم مذہب کے لئے دوسری ساری دنیا کے لئے مثلاً اسلام سچا ہے۔ اس کے ذریعہ خدا سے تعلق ہوتا ہے۔ ایک شخص اگر اسلام قبول کرتا ہے۔ اور احمدی جماعت میں داخل ہوتا ہے تو وہ نماز پڑھتا ہے۔ روزے رکھتا ہے۔ پہلے اگر نماز کے وقت سیر کو جاتا تھا۔ تو اب مسجد میں آتا ہے۔ یہ فوری تبدیلی ہے۔ پہلے نماز کا خیال نہ تھا۔ اب نماز کا پوچھتا ہے کہ ہو تو نہیں چکی۔ وضو کرتا ہے۔ یہ شہادت ہے مگر ماننے والوں یا ہم مذہبوں کے لئے یہ تغیر فوراً ہوتا ہے۔ مگر اندرونی تغیر کب ہوگا۔ اس کو خدا جانتا ہے۔ ظاہر میں اس کے جو ایک نمایاں تغیر نظر آتا ہے۔ یہ مسلمان کے لئے ہے۔ ہندو اس کو رسم کی پابندی کہے گا۔ دوسرا جو غیر مذہب والوں کے لئے ہے۔ اور اس کی بناء پر ایک حد تک اس کے قلب پر بھی گواہی دی جا سکتی ہے یہ ہے کہ اخلاق میں تغیر ہو۔ اگر پہلے جھوٹ بولتا تھا۔ اب جھوٹ سے پرہیز کرے۔ اگر پہلے غریبوں کا حق مارتا تھا تو اب ان کے حقوق ادا کرے۔ اگر پہلے بدمعاملہ تھا تو معاملہ درست کرے۔ اگر پہلے بھاؤ میں کمی کرتا تھا تو اب اس کو چھوڑ دے۔ اس تغیر سے ایک ہندو بھی معلوم کر لے گا کہ ہاں اس میں کوئی تغیر ہے۔ ان میں کسی بڑی محنت کی ضرورت نہیں۔ ان یں جو باریکیاں ہیں۔ وہ مشق کے بعد آتی ہیں۔ مگر جو بڑی بڑی باتیں ہیں۔ ان میں یکدم اصلاح ہو جاتی ہے۔ یعنی وہ کبھی دانستہ جھوٹ نہیں بولے گا۔ دانستہ بدمعاملگی یا حق تلفی نہ کرے گا۔ اگر ان سے کوئی بات ہوگی۔ تو دانستہ نہیں بلکہ نادانستہ اور اس کا علم اس کو مشق اور کوشش کے بعد آئے گا۔ ممکن ہے اس سے بددیانتی ہو۔ ظلم ہو۔ خیانت ہو۔ مگر وہ دانستہ نہیں ہونگے۔ لیکن جو لوگ کسی صداقت کو قبول کرتے ہیں۔ مگر ان میں تغیر نہیں ہوتا۔ بلاوجہ ظلم کرتے ہیں۔ (ظلم ہوتا ہی بلاوجہ ہے) ان کے اندر تغیر نہیں ہوتا۔ یہاں باریک بددیانتی یا ظلم کا سوال نہیں۔ کیونکہ یہ مشق سے دیر کے بعد سمجھ میں آتی ہے۔ مگر موٹی باتوں کے لئے لمبے زمانہ کی ضرورت نہیں۔ دیکھو حرمت شراب کا حکم پندرہ سال کے بعد نازل ہوا۔ مگر جھوٹ ترک کرنے کا حکم پندرہ سال کے بعد نازل نہیں ہوا۔ اسی طرح دوسرے مسائل۔ ورثہ' نکاح وغیرہ صاحب شریعت نبی کی بعثت کے کئی کئی سال بعد نازل ہوئے۔ مگر یہ کوئی مثال نہیں ملتی کہ جھوٹ کے ترک کرنے کے احکام بھی کئی سال کے بعد نازل ہوئے ہوں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ جب کوئی مذہب اختیار کرتا ہے۔ اسی دن ان کمزوریوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ممکن ہے جھوٹ وغیرہ

اخلاقی جرائم بھی دیر میں جاکر حرام اور ممنوع قرار دئے جاتے۔ اسلام میں شراب کئی سال کے بعد حرام ہوئی۔ بعض ممالک میں تمدنی حالت بہت پیچھے تھی۔ اس لئے شراب حرام نہیں ہوئی۔ مثلاً ٹھنڈے ملک تھے۔ جسم کو گرم کپڑے سے نہیں ڈھانک سکتے تھے۔ اس لئے سردی کے احساس کو کم کرنے کے لئے شراب پیتے تھے۔ ممکن ہے اور احکام بھی دیر میں دئے گئے ہوں یا نہ دئے گئے ہوں۔ مگر اس کی ایک بھی مثال نہیں ملتی۔ کہ جھوٹ وغیرہ دیر سے منع کئے گئے ہوں۔ خواہ کوئی نبی کبھی آئے ہوں۔ مذہب کا اخلاقی حصہ فوراً درست کرتے ہیں۔ جھوٹ وغیرہ کو فوراً منع کرتے ہیں۔ کیونکہ اس کے لئے بہت مشق اور بہت کوشش کی ضرورت نہیں۔ بعض لوگ اس میں سستی کرتے ہیں۔ اور خوش ہیں کہ وہ نئے نئے جماعت میں داخل ہوئے ہیں۔ لیکن جس طرح ممکن نہیں کہ آنکھ جس کی بینائی سلامت ہو کھولی جائے اور روشنی نظر نہ آئے۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ روشنی یا تاریکی زیادہ نظر آئے۔ مگر سلامت بینائی والی آنکھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ روشنی کو بالکل نہ دیکھ سکے۔ یہی حالت اخلاق کی ہے۔ جب تک اخلاقی طاقت موجود ہے۔ تبدیلی کا فوراً اثر ہوتا ہے۔ تو یہ ظاہری تغیر ضروری اور لازمی ہوتا ہے۔ جب تک یہ تغیر ظاہر نہ ہو۔ دنیا پر ایمان کا کوئی ثبوت ظاہر نہیں ہوتا۔ ذاتی کمزوری اگرچہ دور ہونے میں دیر ہو۔ مگر وہ باتیں جو دوسروں سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان میں فوراً نمایاں تغیر ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اس بارے میں ہماری جماعت میں ابھی نقص ہے۔ میں بار بار اس طرف توجہ دلاتا ہوں۔ دیکھو ایک طرف ہماری جماعت کا دعویٰ ہے کہ یہ برگزیدہ جماعت ہے مگر حقوق کا اتلاف بھی ہوتا ہے جن سے دکھ پہنچتا ہے۔ غیر سے معاملہ میں سستی بری بات ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دیانت کا معیار بھی ہم پر نہیں ظاہر ہوا۔ بعض لوگ آتے ہیں اور وہ اپنی دانست میں جس کو دیانت قرار دیتے ہیں۔ میرے نزدیک وہ بددیانتی ہوتی ہے۔ جس کو وہ رحم کہتے ہیں درحقیقت وہ ظلم ہوتا ہے۔ تغیر وہ ہوتا ہے کہ دشمن بھی محسوس کرے۔ نہ یہ کہ دوست کو بھی محسوس نہ ہو۔ حالانکہ دوست تو کمزوری کو بھی پسند کرتا ہے۔ یہ تو دشمن ہی ہوتا ہے۔ جو نیکی کو بدی دیکھتا ہے۔ اس لئے تمہاری نیکی ایسی ہونی چاہئے کہ تمہارا دشمن انکار کرتے کرتے تھک جائے۔ نہ یہ کہ تمہاری نیکی کو تمہارا دوست بھی محسوس نہ کرے۔ تمہارا اخلاقی تغیر نمایاں ہونا چاہیئے۔ تمہاری ہمدردی عام۔ تمہارا رحم عام ہو۔ حسن سلوک' خوش معاملگی نمایاں ہو۔ اموال میں دیانت و امانت ہو۔ اس میں شبہ نہیں کہ اللہ تعالٰی کے فضل سے ہماری جماعت کی اخلاقی حالت اچھی ہے مگر جب تک بہت اچھی نہ ہو۔ فخر کی بات نہیں۔ اندھے کے مقابلے میں وہ اچھا ہے جو سفیدی دیکھ سکتا ہے مگر دونوں سالم آنکھوں والے کے مقابلہ میں اس کے لئے جائے فخر نہیں۔ اسی طرح یہ خوشی کی بات نہیں کہ ہم نسبتاً دوسروں سے اچھے ہیں۔ بعض معیار دیانت اور بددیانتی کو

نہیں سمجھے۔ وہ جس کو دیانت کہتے ہیں وہ بد دیانتی ہوتی ہے۔ جب وہ مفہوم ہی نہیں سمجھتے۔ تو ان میں یہ صفات کب پیدا ہونگے۔

تو اخلاق کی درستی ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جس سے دنیا تمہاری حالت کو سمجھ سکتی ہے۔ اگر یہ نہ ہو۔ تو ایمان کی کوئی نشانی نہیں۔ تم لاکھ دلیلیں دو۔ اگر معاملہ اچھا نہیں تو کوئی اثر نہ ہوگا۔ مخالف خیال کرے گا اگر ہمارا پنڈت یا پادری ہوتا تو وہ بھی ایسا ہی بولتا۔ لیکن اگر تمہاری اخلاقی حالت درست ہوگی تو ان کی آنکھ کھل جائے گی۔ وہ دیکھیں گے کہ یہ بات ان پنڈتوں' پادریوں میں نہیں۔ ہم جو باتیں بیان کریں گے ان پر اثر نہ ہوگا۔ ہم جو قرآن کریم کی خوبیاں بیان کریں گے دوسرے ان کو لیکر اپنی کتابوں کی طرف منسوب کر دیں گے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو خوبیاں قرآن کریم کی بیان فرمائی ہیں۔ دوسرے اگر چرا کر اپنی کتابوں کی طرف منسوب کریں گے تو لوگ اس کی تحقیقات نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کے پاس قول تو ہوگا قول پر فعل شاہد نہ ہوگا۔

میں اپنے احباب کو خاص توجہ دلاتا ہوں کہ اخلاق کو درست کرو۔ میرا منشاء ہے۔ کہ جس طرح پچھلے دنوں یہاں کے کام کے متعلق سلسلہ مضامین بیان ہوا تھا۔ کسی وقت اخلاق کے متعلق بھی بیان کروں۔ جس سے سہل طریق پر اخلاقی باتیں سمجھ میں آجائیں۔ پہلا قدم اخلاق کی مضبوطی ہے۔ خدا کے راہ میں گو سینکڑوں قدم ہیں۔ مگر اس راستہ میں یہ عجیب بات ہے۔ کہ جب پہلا قدم صحیح طور پر اٹھایا جائے۔ تو تمام راستہ آسان ہو جاتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایسی گاڑی میں سوار ہو گئے کہ تمام راستہ آسانی سے طے ہو گیا۔ اس میں نیت کی شرط ہے۔ نیت ٹھیک ہو تو جس طرح قصوں میں آتا ہے کہ جادو کی چابی سے سب دروازے خود بخود کھل جاتے تھے۔ اسی طرح تمام روکیں دور ہو کر منزل طے ہو جاتی ہے۔ دیانت سے کام لیں اور نیت صاف کریں۔ جب یہ حالت پیدا ہو جائے گی۔ پھر ناممکن باتیں ممکن ہو جائیں گی اور انسان حیران ہوگا کہ کیسے یہ تغیر آگیا۔ لوگ ڈرتے ہیں کہ کیسے ہوگا۔ مگر جب کرتے ہیں۔ تو کچھ دقت معلوم نہیں ہوتی۔ اس کی مثال روئی کے ڈھیر کی طرح ہے ناواقف سمجھے گا کہ اس ڈھیر کو کون اٹھائے گا۔ مگر جب اٹھاتا ہے تو آسانی سے اٹھا لیتا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ کسی کا حق نہ ماریں۔ تو گذارہ کیسے ہو۔ دغا نہ کریں۔ تو دشمن پر کامیابی کیسے۔ مگر جب حق کی رعایت کریں گے۔ دغا و بددیانتی کو چھوڑیں گے تو معلوم ہوگا کہ دل کی اصل راحت تو اسی میں تھی اور سچ میں ہی ان کو مزہ آئے گا۔ اور دل کو تسکین حاصل ہوگی۔ اگر لوگ توجہ کریں۔ تو چھوڑنا مشکل نہیں۔ مگر باپ دادوں سے یہ سنتے آئے ہیں۔ اس لئے ان خیالات سے ڈر لگتا ہے۔ مگر کیا احمدی جماعت سے یہ امید نہیں رکھی جائے گی کہ خدا کے دین کی اشاعت کے لئے یہ نیت کرلے کہ جھوٹ نہ بولیں گے۔ جھوٹ کسی کو مجبور نہیں کرتا کہ بولا جائے تجربہ کرلو

ایک بھی نقصان نہ ہوگا۔ یہ تغیر راحت و آرام کا موجب ہے۔ زندگی امن سے کٹے گی اور محسوس ہوگا کہ ہم خدا سے قریب ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو اس کے سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

(الفضل ۶ مارچ ۱۹۲۲ء)